چنانچہ مؤرخین نے سیدنا مروان کی صحیح پوزیشن کو واضح کیا ہے۔ چنانچہ حافظ ذہبی نے لکھا ہے۔

کان کاتب ابن عمہ عثمان

وہ اپنے چچا زاد بھائی عثمان رضؓ کے کاتب تھے (سیر اعلام النبلا جلد ۳ صـ ۴۷۷)

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے:

کان کاتب الحکم بین یدیہ

وہ سیدنا عثمان رضؓ کے سامنے اُن کے فرامین اور فیصلے لکھا کرتا تھا۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۸ صـ ۲۵۹)

ابن سعد نے لکھا ہے:

کان کاتباً لہ

سیدنا مروان رضؓ سیدنا عثمان رضؓ کے کاتب تھے۔

ایسا ہی حافظ ابن حجر نے الاصابہ جلد ۳ صـ ۴۷۷ میں لکھا ہے:

اب اگر سیدنا عثمان رضؓ نے مروان رضؓ کو اپنے فرامین اور فیصلے لکھنے کے لئے اپنی خلافت کے آخری ایام میں کاتب اور منشی مقرر کرلیا تو اس میں اعتراض کی کونسی بات ہے جس پر سیدنا عثمان رضؓ کو ہدفِ تنقید بنایا جارہا ہے۔

یہ آخری ایام میں ہم نے اس لئے لکھا کیونکہ اس سے قبل سیدنا مروان رضؓ ایک زمانہ تک بحرین کے گورنر رہے (ملاحظہ ہو تاریخ خلیفہ بن خیاط صـ ۱۵۹ وغیرہ)

علاوہ ازیں آپ نے مختلف اوقات میں افریقہ کی مختلف مہمات میں بھی عبداللہ بن عمر رضؓ۔ عبداللہ بن زبیر رضؓ، عبداللہ بن عمرو بن العاص رضؓ اور دُوسرے کئی ایک صحابہ کے ساتھ شمولیت کی۔ آپ کوئی ساری زندگی مدینہ طیبہ ہی میں نہیں رہے اور نہ ہی سیدنا عثمان رضؓ نے سریر آرائے خلافت ہوتے وقت انہیں اپنا کاتب یا منشی بنا لیا تھا۔ بلکہ جب وہ بحرین کی گورنری اور افریقہ کی مہمات میں شمولیت کرکے مدینہ طیبہ آئے تو ان کے تجربے اور علمی قابلیت کے پیشِ نظر اپنی خلافت کے آخری ایام میں انکو کاتب اور منشی مقرر کیا گیا۔

اور یہ جو بعض نام نہاد مفکرین اور دشمنانِ صحابہ کہتے ہیں کہ وہ اس عہدے کے ذریعہ ملکی سیاست

(بقیہ صـ ۳۴ پر)

قرض اور لین دین

ابو اُسامہ حامد سراج

عجیب آدمی ہو یار، تمہیں شرم بھی نہیں آتی۔ رقم لینے کیلئے تو شیر تھے۔ اب کتنے بہت سے مہینے ہو گئے لوٹانے کا نام نہیں لے رہے۔

بھئی صاحب آپ فکر نہ کریں میں انشاء اللہ جلد ہی واپس کر دوں گا۔ کیسے جلد واپس کریں گے؟ کتنے مہینے تو آپ سے بندوبست ہوا نہیں اب کیا آسمان سے دولت برسے گی جو میرا اُدھار چکاؤ گے۔ ! وہ دونوں دست و گریباں ہونے کو تھے کہ کچھ لوگوں نے بیچ میں آکر معاملہ رفع دفع کرا دیا۔

اس دورِ پُر آشوب میں جہالت کی ہوا اتنی تیز چل رہی ہے کہ اخلاق کے خیمے کی طنابیں اکھڑ اکھڑ رہی ہیں۔ دین سے دُوری، دین دار متقی پرہیزگار لوگوں کی محفلوں سے کنارہ کشی آج کے انسانوں کو ایک ایسی پُرخطر راہ پر لے کر چل رہی ہے جس پہ سوائے کانٹوں کے اور کچھ نہیں۔ ایک ہی دوڑ، اندھی دوڑ راتوں رات امیر بننے کی دوڑ۔ پیسہ، پیسہ، سہولتیں ———— عزت کی روٹی ہونے کے باوجود ہوس کا ناگ ڈستا رہتا ہے۔ اور —— اور —— اور —— مزید ———— جانے یہ حضرتِ انسان کیا چاہتا ہے۔ ”دین صرف نام ہے نماز اور روزے کا“... یہ سوچ ہے اِن کی —— نماز اور روزے سے علاوہ انہوں نے معاملات کا دروازہ کھول کر ہی نہیں دیکھا۔ ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے دھوکہ دہی، فراڈ، چور بازاری، ملاوٹ، جھوٹ، دغا، فریب، حسد، دل آزاری، بُغض، غیبت ان سب گناہوں کو اتنا ہلکا اور آسان سمجھ لیا گیا ہے۔ جیسے کبھی باز پرس ہو گی ہی نہیں ...؟

اُدھار دینے والا.... جب کسی کو قرض دیتا ہے تو دیتے وقت تو احسان کر دیتا ہے۔ مگر بعد میں جتلا جتلا کر اپنا اجر ضائع کر دیتا ہے۔ جب وقت آتا ہے وصولی کا۔ اگر قرض دینے والے کا ہاتھ تنگ ہے اس کے حالات جلد اُدائیگی کی اجازت نہیں دیتے تو قرض خواہ کا یہ حق ہے کہ وہ مہلت دے اور ثواب سے محروم نہ ہو ———— کاش مغرب کی اندھی تقلید کرنے والوں اور عام ڈائجسٹ اور جھوٹی کہانیوں کے رسائل میں گم رہنے والے لوگ زیادہ نہ سہی چند لمحوں کے لئے کسی دینی کتاب کا مطالعہ کر لیں تو اُن کو

روشنی ملے اور وہ اندھیروں سے نکلنے میں کامیاب رہیں .....'' معاملات کے سلسلہ میں اس کائنات کے سب سے عظیم المرتبت انسان حضور اکرم رحمت اللعالمین نے کتنی خوبصورت باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ کاش ہم ان ہیروں کی طرح دمکتے اور کھرے سونے کی طرح چمکتے الفاظ کو روح میں اُتار کر ان پر عمل کرتے تو کتنے بگاڑ اپنی موت آپ مر جاتے۔

حضرت ابوالیسر رضؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت اس کو اپنے سایہ میں رکھے تو اُس کو چاہیئے کہ محتاج قرض دار کو مہلت دے یا کچھ معاف کر دے'' (ابن ماجہ)

حضرت بریدہ رضؓ کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص محتاج قرضدار کو مہلت دیگا اس کو ہر روز ایک صدقہ کا ثواب ملے گا اور جو شخص مہلت گزرنے کے بعد بھی مہلت دیتا رہے گا۔ اس کو ہر روز کل قرضہ کے صدقہ کا ثواب ہوتا رہے گا'' (ابن ماجہ)

ام المومنین سیدہ عائشہ رضؓ اور حضرت ابن عمر رضؓ کا بیان ہے جو شخص اپنا حق طلب کرے تو اس میں درگزر سے کام لے خواہ اس کا پورا حق ملے یا نہ ملے۔ (ابن ماجہ)

حضرت انس بن مالک رضؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس شب کو مجھے معراج ہوئی ہے تو میں نے جنت کے دروازے پر لکھا دیکھا کہ صدقہ میں دس گنا ثواب ہے۔ اور قرض دینے میں اٹھارہ گنا ثواب ہے۔ میں نے جبرئیل امین سے اس کی وجہ دریافت کی کہ یہ کیا بات ہے کہ صدقہ سے قرض کا ثواب زیادہ ہے۔ جبرئیل نے کہا اس وجہ سے کہ قرض دینے والا اُس وقت قرض دیتا ہے کہ جب اُس کے پاس ہوتا ہے اور قرض لینے والا جب مانگتا ہے کہ اس کو ضرورت ہو''

امام غزالیؒ نسخہ کیمیا میں رقمطراز ہیں:

یاد رکھو اللہ تعالیٰ نے احسان کا حکم دیا ہے جس طرح کہ عدل کرنے کا دیا ہے اور فرمایا ہے کہ:

''بے شک اللہ تعالیٰ عدل (اعتدال) اور احسان کا حکم دیتا ہے (سورۃ النحل آیت ۹۰)

''بے شک اللہ کی رحمت نزدیک ہے احسان کرنے والوں کے'' (سورۃ الاعراف آیت ۵۶)

اور جس شخص نے محض عدل پر اکتفا کی اس نے دین کا سرمایہ تو بے شک سنبھال لیا اور گھاٹے میں رہا لیکن اصل فائدہ تو احسان میں ہے اور عقلمندی ہے۔ جو آخرت کے فائدے کو کسی بھی معاملے میں فراموش نہ کرے اور احسان وہ نیکی ہے کہ معاملہ کرنیوالے کو اس میں نفع ہے اگرچہ وہ تجھ پر واجب نہیں ہے

آیئے اب بزرگانِ سلف کے طریقہ کار اور معاملات کو ایک نظر دیکھیں اور اس پر چلنے کی کوشش کریں۔

مشہور صوفی بزرگ حضرت سرّی السقطیؒ دکان کرتے تھے اور کبھی اس بات کو روا نہیں رکھتے تھے کہ پانچ درھم فی صد سے زیادہ نفع وصول کیا جائے ایک دفعہ انہوں نے ساٹھ دینار کے بادام خریدے۔ بعد میں باداموں کا نرخ تیز ہوگیا۔ دلال نے اُن سے فروخت کے لئے طلب کئے فرمایا تریسٹھ دینار میں فروخت کر دو۔ اس نے کہا ان کا بھاؤ تو ان دنوں نوّے دینار ہو رہا ہے فرمایا ہوگا لیکن میں نے اپنے دل کو راست کر رکھا ہے کہ پانچ فیصد منافع سے زیادہ پر کبھی کچھ فروخت ہی نہیں کروں گا۔ تو پھر اپنے اس عزم سے کیوں روگردانی کروں۔ دلال نے کہا میں بھی آپ کا مال نوّے دینار سے کم پر بیچنے پر تیار نہیں ہوں اور واقعی نہ اس نے فروخت کئے اور نہ سرّی سقطی زیادہ قیمت وصول کرنے پر راضی ہوئے۔ اسے کہتے ہیں درجۂ احسان !

"امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ ایک بار کسی ساتھی کے ساتھ بازار میں سے گزر رہے تھے۔ اچانک ایک شخص کی نظر جب امام صاحبؒ پر پڑی تو اس نے رستہ بدل لیا اور گلی میں مُڑ گیا امام صاحبؒ نے کہا یہ شخص میرا قرضدار ہے۔ ایک عرصے سے قرض اَدا نہیں کر پایا۔ شاید شرمندگی کی وجہ سے راستہ بدل گیا ہے۔ آپؒ نے اُسے بُلایا شفقت فرمائی، پیار کیا اور کہا میں نے تمہارا سب قرض معاف کیا ہے"

محمد بن المنکدرؒ بزرگوں میں سے گزرے ہیں وہ دکاندار تھے اُن کے پاس کچھ پارچات تھے جن میں سے بعض کی قیمت دس دینار تھی اور بعض کی پانچ۔ ایک دن اُن کی غیر موجودگی میں اُنکے ایک شاگرد نے پانچ دینار والا کپڑا ایک اعرابی کے ہاتھ دس دینار میں بیچ ڈالا جب وہ واپس آئے اور حقیقتِ حال سے آگاہ ہوئے تو دن بھر اس اعرابی کو تلاش کرتے رہے آخر وہ مِل گیا تو اُس سے کہا کہ جو کپڑا تم نے میری دکان سے خریدا ہے وہ پانچ دینار سے زیادہ کا نہیں۔ اعرابی نے کہا ٹھیک ہے مگر میں نے وہ کپڑا اپنے شوق اور رضا و رغبت سے خریدا ہے